علم فقہ کاآغاز وارتقاء

اسلام نام ہے خودی کو سپرد کرنے کا، اپنے آپ کو حوالہ کرنے کا، پس جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو خودی کو رب ذوالجلال کے سپرد کر دیتا ہے، اور اس کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیتا ہے، اور اس کے پیش نظر خداوند قدوس کا یہ حکم ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: یاایھاالذین امنوادخلوافی السلم کافۃ (البقرۃ:208) اے ایمان والو: اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ، اسلام میں پوری طرح داخل ہونے کا مطلب ہی کلمہ توحید کے ساتھ ساتھ اللہ تعالے اور اور رسول اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے احکامات و قوانین، قواعد وضوابط پر عمل آوری سے کمال اسلام سے بندۂ مؤمن بہرور ہو سکتا ہے، اور اسی کو اسلامی قوانین سے تعبیر کرتے ہیں، حقیقت تو یہ ہیکہ یہی قانون دائمی وابدی ہے، اسی کو اپنانے میں ساری انسانیت کی نجات و فلاح ہے، کیوں کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے بتائےؑ ہوئے قانون میں امیر و غریب، مرد و عورت، رنگ و نسل، کالی و گورے اور زبان و وطن میں کسے قسم کی تفریق و امتیاز نہیں اور نہ ہی ایک دوسرے پر فوتیت حاصل ہے، کیوں کہ ان میں اللہ رب العالمین ہے، کیوں کہ وہ انسان کے جذبات واحساسات، خواہشات وضروریات، نفع ونقصان پر علیم وخبیر بھی ہے اور عادل ومنصف بھی ہے۔

اللہ جو خالق کائنات ہے اس نے انسان کو قرآن سکھایا، بیان کے زیور سے آراستہ کیا، ایک امتیازی صفت سے متصف کیا جو کسی دوسری مخلوق میں وہ نہیں پائی جاتی ہے، وہ صفت فہم وادراک ہے، اسی کا دوسرا نام فقہ ہے، انسانی کائنات میں یہی ایک ایسی صفت ہے جو انسانی مخلوق کو بام عروج تک پہنچاتی ہے، اور اسی کے ذریعہ بندۂ مؤمن خدا اور رسول خدا ﷺ کے بنائے ہوئے قانون یعنی قانون اسلامی کی روشنی میں رونما ہونے والے نت نئے مسائل کا حل دریافت کر لیا ہے، جو دور رسالت میں موجود نہ تھے، اور نہ ان کا اس زمانہ میں تصرتک کیا جا سکتا تھا، لیکن جب اللہ نے اپنے مخصوص بندوں کا انشراح صدر کیا، جنہیں فقہاء کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، اور انہیں اس عظیم خدمت کا موقعہ عنایت کیا، اور وہ اسلامی شریعت کے جامع ترین قانون کو تھام لیا، جو ہر قدم پر انسانی مخلوق کی رہنائی کرتا ہے، اور اسے روشنی دکھاتا ہے پس علم فقہ آغاز وارتقاء کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

فقہ کے لغوی معنی: کسی بات کو جاننے اور سمجھنے کے ہیں۔

اصطلاحی معنی: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہو معرفۃ النفس مالھا وما علیھا ہے،

)التوضیح، جلد:1، صفہ:10(۔

فقہ نام ہے تفصیلی دلائل سے شرعی عملی احکام کی معرفت حاصل کرنا ہے، علم فقہ کا آغاز وارتقاء مختلف مراحل میں طئے پایا ہے، اور اس نے بتدریج اپنے ارتقاء کا سفر طئے کیا ہے، اور اس کو مختلف ادوار میں منقسم کیا گیا ہے، جن میں دور رسالت، دور صحابہ ودور تابعین وتبع تابعین ہیں۔

دور رسول اکرام ﷺ: قرآن مجید ایک ایسی آسمانی کتاب ہے کہ جس میں اہل حق نے مخلوق کی تمام موجودہ اور آنے والے مسائل اور ضروریات و حوائج کی وضاحت بھی کی گئی ہے، اور قواعد کے کلیات و جزئیات کی بھی وضاحت کی گئی ہے، اسی کے ذریعہ صالح مجتہدین احکام شرعیہ کا استنباط و استخراج کرتے ہیں، اور امت کے تمام مسائل کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں کرتے ہیں، اگر کوئی مجتہد کتاب اللہ میں اپنے مسائل کا حل نہ پائے تو وہ سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وما آتاکم الرسول فخذوہ تو وہ مجتہد اپنا اجتہاد شرعی جو کتاب اللہ میں

کرتا تھا سنت نبوی ﷺ میں کرتا ہے اور اپنے مسائل کا حل دریافت کرلیتا ہے وہ اس لئے کہ قرآن مجید اور اور حدیث نبوی ﷺ میں تمام ضروریات وحوائج کے اصول وضوابط موجود ہیں۔ لہذا فقیہ کو اب صرف ایک عمل کی ہی ضرورت ہے اور وہ عمل تفسیر اور شرح ہے اگر ان دونوں کو مجتہد اپنا لیتا ہے تو وہ اپنی مراد کو پالیتا ہے کیوں کہ اس کو کتاب وسنت میں ہی بڑا ذخیرہ ملتا ہے نہ اسے ایجاد کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور نہ ہی اسی دربار تصنیف کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی حاجت ہوتی ہے۔

فقہ اسلام کا ہی ایک جزء ہے وہ کوئی نئی اور اجنبی اصطلاح نہیں ہے کیوں کہ تفقہ فی الدین مؤمن کی امتیازات میں سے ایک عظیم امتیاز ہے۔ فقہ کا سلسلہ قرن اول سے ہی چلتا آرہا ہے کیوں کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر جملہ 23 برس میں قرآن کریم کو نازل فرمایا اس عرصہ میں جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اپنے اجتہاد کے ذریعہ مسائل میں غورس فکر کرکے اپنے اجتہاد کے ذریعہ حکم صادر فرماتے۔ اور مسائل میں غور وفکر کا نام ہی تو فقہ ہے، تردور رسالت میں ہی فقہ کی سنگ بنیاد پڑ چکی تھی۔

اسلام میں رونما ہونے والے نت نئے مسائل میں سب سے پہلے اجتہاد کرنے والی شخصیت تاجدار مدینہ محمد ﷺ ہے آپ نے کلام الٰہی میں بھی اجتہاد کیا اور مجمل احکامات کو مفصل بیان کیا۔ اللہ نے صراحۃ یہ فرمایا کہ ناپاک چیزیں حرام ہے جو اپنی اس صفت میں مشتبہ حال ہیں تو نبی اکرم ﷺ اپنے اجتہاد کے بیان فرمایا کہ: ہر درندہ جانور اور پنجہ دار حرام ہے۔

عن وھببن ابی خالد قال حدثتنی ام حبیبۃبنت العرباض بن ساریۃ ابیھما ان رسول اللہ ﷺ نھی یوم خیبر عن کل ذی ناب من السباع وعن کل ذی مخلب من الطیر۔ (جامع الترمذی، ابواب الصید، ج 1 ص 272)۔

بعض اوقات نبی اکرام ﷺ نے حقوق اللہ پر قیاس کرکے حقوق العباد پر حکم دیا، اور اس میں قیاس سے کام لیا اور اس میں صحابہ کرام کو قیاس و اجتہاد کرنے کی طرف اشارہ بھی کیا جس کی تفصیل حدیث میں ہے۔

عن ابن عباسؓ: ان امرأۃ من جھینۃ جاءت الی النبی ﷺ فقالت: ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت افأحج عنھا قال حجی عنھا ارایت لو کان علی أمک دین اکنت قاضیہ اقضوا اللہ فاللہ احق بالوفاء۔ (صحیح البخاری، ج 1، ص 250(

ترجمہ: سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے قبیلہ جھینۃ کی ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوکر عرض گذار ہوئی کہ: میری والدہ حج بیت اللہ کی نذر مانی تھی لیکن وہ حج بیت اللہ ادا

کئے بغیر ہی وصال کرگئی کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ادا کرلو اگر تیری والدہ پر قرض ہوتو کیا تم اس کو ادا نہ کرتی؟ لہذا تم اللہ کے احکام کو پورا کرو اللہ ہی وفا کا زیادہ سزاوار ہے۔

نیز اسی طرح نبی اکرم ﷺ قیاس واجتہاد کے متعلق صحابہ کرامؓ کو قرن اول میں ہی حصول تفقہ بالقیاس پر ابھارتے تھے اور اس میں اپنی رضامندی کا بھی اظہار فرمادیا کرتے جس سے صحابہ آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرکے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں مسائل پر قیاس کرکے ان کا حل تلاش کرلیتے تھے اور اپنی منزل مقصود تک رسائی حاصل کرلیتے تھے جیسا کہ بخاری شریف اور ترمذی شریف میں اس کی صراحت آئی ہے۔

عن معاذ ان رسول اللہ ﷺ بعث معاذا الی الیمن فقال کیف تقضی؟ اقضی بما فی کتاب اللہ تعالی فان لم یکن فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ ﷺ فان لم یکن فی سنۃ رسول اللہ قال: اجتھد برائی قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یحب و یرضی۔

)جامع الترمذی، کتاب الاحکام، ج1ص 247(

سیدنا معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے کہا: رسول اللہ ﷺ معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا اور فرمایا تم فیصلہ کس طرح کروگے ؟ کہا میں فیصلہ کتاب اللہ سے کرونگا، آپ نے کہا اگر وہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو کہا: سنت رسول اللہ سے فیصلہ کرونگا، اگر وہ سنت رسول اللہ میں بھی نہ ملے تو کیا کروگے ؟ کہا میری رائے سے اجتھاد کرونگا۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ، اللہ نے اپنے رسول کے قاصد کو توفیق دی جس کو وہ محبوب وپسند فرماتے ہیں۔

دور صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین :اس دار فانی میں حضور اکرم ﷺ جب تک جلوہ افروز تھے صحابہ کرام اپنے مسائل کا حل آپ ﷺ کی رفاقت مبارکہ سے مستفید ہو کر کرلیا کرتے تھے اور یہ معاملہ ایک عرصہ دراز تک چلتا رہا۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور آپ کی وفات کے بعد ملکی فتوحات کے ساتھ ساتھ تمدنی، تہذیبی اور ثقافتی امور وضروریات میں بھی وسعت ہوئی، اور ان گردش ایام کی وجہ سے مختلف مقام کے باشندوں، مختلف الذاھب عوام اور مختلف افکار کے قوموں سے ربط ہوا، آپس میں معاملات ہونے لگے، اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہونے لگے، ان کے سابقہ مذہب اور اسلام؛ عائلی اور ازدواجی مسائل میں اختلاف کے ساتھ ساتھ خرید وفروخت کی اشیاء اور ان کی سابقہ مال و ثروت کی حلت وحرمت کے حکم میں اختلاف ہوا اسی طرح مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑا، بعض مسائل تو ایسے بھی تھے جن کے متعلق حکم قرآن و حدیث میں بصراحت موجود نہ تھا۔ لہذا صحابہ کرام کے دور میں اجتھاد کی زیادہ ضرورت ہوئی اور وہ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہر مسئلہ کی جزئیات واضح نہیں تھیں، پس صحابہ کرام نے محسوس کیا اور اور خدا تعالی نے ان کے روشن قلوب میں یہ خیال ڈالا کہ مسائل کے حل کے اجتھاد میں قیاس شرعی سے کام لیا جائے، اور انہوں نے بھی قیاس وتفقہ کے ذریعہ مسائل کے حل کو تلاش کیا جس کے واضح دلائل کتب احادیث میں ملتی ہیں۔

عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی: یاامیر المؤمنین ھل عندکم من سودائ فی بیضاء لیس فی کتاب اللہ عزوجل لاوالذی فلق الحبۃ وبرالنسمۃ ماعلمتہ الا فھما یعطیہ اللہ اجلافی القرآن۔

)جامع الترمذی، باب ماجاء لایقتل مسلم بکا، ج1، ص169(۔

ابو جحیفہؓ سے روایت ہے کہا: میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ کے پاس کچھ ایسا مضمون ہے جو کلام اللہ میں نہ ہو ؟ آپ نے جواب دیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو جدا کیا اور زندگی بخشی، ہمارے پاس ایسا کچھ نہیں ہے سوائے اس فہم وادراک کے جس کو اللہ تعالی نے انسان کو قرآن کے متعلق عطا کیا۔

اسی طرح کے کئی اوقات ومقامات میں قیاس شرعی کے ذریعہ مسائل کا استخراج واستنباط کیا ہے جس کی ہمیں کئی مثالیں ملتی ہیں۔

دور تابعین وتبع تابعین:

صدر اسلام میں یہی صورت حال رہی پھر اسلامی مملکت میں وسعت ہوتی گئی اور عرب سے جہالت کا خاتمہ ہوگیا اور حسب سابق میں نئے مسائل سے دوچار ہونے لگے، اس کے متعلق صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ :

واقعات اور نت نئے مسائل کا رونما ہوتے جانا جس کی بے انتہاء نہیں ہے کیونکہ یہ دنیا خود فانی ہے اور دنیا کے انتہاء تک ہی نئے مسائل کا رونما ہونا یقینی ہے، لیکن ان کی کثرت اور ان کا تسلسل اور عدم انقطاع دنیا کے وجود تک ایسا ہے کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں اور حقیقت یہ ہیکہ مستقبل پر کسی کو دسترس حاصل نہیں ہے، اسی لئے کسی کو کیا معلوم کب کس طرح کے مسائل سے دوچار ہونا پڑے لہذا زمانے کے ہر دور میں وقوع پذیر ہونے

والے ایک ایک مسئلہ کا جزوی حکم پہلے ہی سے معلوم نہیں ہوسکتا اور دوسری طرف یہ بھی حقیقت اپنی جگہ مسلم ہیکہ: انسان کا ہر عمل شرعی حکم کے تاب ہونا چاہئے اور اس کا جو بھی حکم ہوگا بہر حال وہ کسی نہ کسی دلیل سے بندھا ہوا ہوگا جو اس سے مخصوص ہوگی اسی لئے ان مسائل کے چند کلیات بنائے گئے ہیں، جس کا موضوع بندوں کے افعال ہیں، اور اس کا محمول شارع کے احکام ہیں اور وہ علم جو دلائل شرعیہ سے حاصل شدہ ان احکام سے متعلق ہے اسے فقہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ (کشف الظنون، ج/1، ص/113)۔

اس مایہ ناز علم کی باگ ڈور سنبھالنے والوں میں جس شخصیت کا نام سر فہرست آتا ہے وہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ ہیں، جن کے فقہی مقام کی برتری اور بلندی کوئی نہیں پہنچ سکا اور اس کی گواہی ان کے ہمعصر فقہاء نے دی جن میں خصوصا امام مالکؒ اور امام شافعیؒ جیسے ائمہ ن دی ہے، پھر آپ کے بعد یہ دینی خدمت حضرت مالک بن انس صبحیؒ کے حصہ میں آئی جنہوں نے دوسرے فقہاء کے اصول سے زیادہ احکام میں اہل مدینہ کا لحاظ وہاں نبی کریم ﷺ ہونے کی بنا پر کیا، پھر امام مالک کی وفات کے بعد اسی فقہی مذہب کے مقتدی امام شافعیؒ تھے جو عراق کا سفر کئے وہاں انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کا تلامذہ سے علمی استفادہ کیا اور وہ اہل عراق اور اہل حجاز کے دو فقہی مذاہب کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں تغیر و تبدل کے بعد ایک مستقل فقہی مذہب کی بنیاد ڈالی، اس طرح فقہ شافعی پھیلی، پھر ان کے بعد امام احمد بن حنبلؒ ہیں، جن کا شمار محدثین میں ہوتا ہے، اور وہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا تلامذہ سے علمی استفادہ کیا اسی طرح انہوں نے ایک چوتھے فقہی مذہب کو رائج کیا پس اسی طرح انہیں چار ائمہ فقہاء کی تقلید اطراف و اکناف میں ہونے لگی۔

اس کے بعد ائمہ کرام رحمۃ اللہ اجمعین نے اپنے فقہی مذاہب کے چند اصول و قواعد بنائے اور اس کے ذریعہ اپنے مذہب اور اسلامی تعلیمات واحکام کی حفاظت کی ہے جو آنے والے سبھوں کے لئے راہ ہدایت و نجات ہے۔ علامہ ابن خلدونؒ کا بیان ہے: اصول فقہ پر سب سے پہلے امام شافعیؒ نے قلم اٹھا یا ہے اور اپنا مشہور'' الرسالہ'' قلمبند کیا جس میں امر و نواھی، بیان و نسخ اور علۃ القیاس کے حکم وغیرہ پر بحثیں کیں پھر فقہاء حنفیہ نے مبسوط کتابیں تألیف کیں جن میں اصول و فقہ کے قواعد و ضوابط وضاحت و تفصیل کے ساتھ مدون کئے، اور دوسری طرف متکلمین نے بھی اسی طرح کی کتابیں تصنیف کیں لیکن فقہاء تحریریں فقہ سے زیادہ ربط و استنباط فروع کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی تھیں، کیونکہ انکی کتابوں میں فروعی مسائل کی مثالیں اور ان کے شواھد کی کثرت ہے، اور فقہی مسائل سے صرف نظر کیا اور زیادہ تر عقلی استدلال کی طرف ان کے اپنے طرز بحث و کلام کا تقاضا ہے غرض فقہائے حنفیہ کو فقہی باریکیوں پر دسترس اور مسائل فقہیہ سے اصول فقہ کے قواعد و قوانین اخذ کرنے میں ید طولی حاصل ہے۔

''تاریخ التشریع الاسلامی'' طباعۃ: 1357ھ کے مؤلفین علامہ ابن خلدون کے اس قول پر کہ اصول فقہ کی سب سے پہلی کتاب امام شافعیؒ کی ہے جو ''الرسالہ'' کے نام سے مشہر رہے رد و قدح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

ممکن ہے کہ ابن خلدون کا مقصد یہ ہو کہ امام شافعیؒ نے سب سے پہلے ان کا مجموعہ خاص اسی نام؛ اصول فقہ سے لکھا یا ھیکہ اس فن میں علماء کی تالیفات میں سب سے پہلی کتاب جو ہم تک پہنچی وہ امام شافعیؒ کا یہ'' الرسالۃ'' ہے، ورنہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے تذکروں میں یہ صراحت کے ملتی ہے کہ ان حضرات نے اصول فقہ کے باب میں تحریریں چھوڑی ہیں۔ (تیسیر الوصول الی علم الاصول، ص/22)۔

دور مابعد تابعین و تبع تابعین:

تدوین فقہ میں فقہائے احناف کی خدمات: حضرمی اپنی تاریخ تاریخ التشریع ص:281پر لکھتے ہیں کہ: امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے سب سے پہلے ان کے تلمذ اکبر ابو یوسفؒ (متوفی 183ھ) نے کتاب مدون کی جیسا کہ اصول وامالی میں کتاب الصلاۃ اور کتاب الزکاۃ، املاء میں اور کتاب الخراج وغیرہا اور آپ کے دوسرے مشہور تلمذ رشید محمد بن حسن شیبانیؒ (متوفی 189ھ) ہیں، جن کی تصانیف میں الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، السیر الکبیر، السیر الصغیر، کتاب الزیادات یہ کتب" ظاہر الروایۃ اور اصول" کہلاتی ہیں۔اس کے علاوہ اور کتب بھی ہیں اور آپ کے تیسرے شاگرد عزیز حسن بن زیاد لوکوئی ہیں ان کی تالیفات میں ایک کتاب کتاب المجردہے، اور آپ کے چوتھے شاگرد مشہور زفر بن ھذیل (157) ہیں۔

یہ چار ائمہ فقہ امام ابو حنیفہؒ کے سب سے زیادہ مشہور تلامذۃ ہیں، اور فقہ حنفی کی اشاعت اور امام ابو حنیفہؒ کے اقوال واجتہاد اور قیاس کی جمع وتدوین کے باب میں ان چاروں میں سب سے زیادہ حصہ امام محمد بن حسن کا تھا۔

تیسری صدی ھجری کے مشہور مؤلفین فقہ حنفی میں سے ایک تو احمد بن محمد طحاوی مصری (متوفی 321ھ) ہیں، انکی تالیفات بھی بکثرت ہیں، جن میں سے ایک تو" معانی الآثار" ہے، اور دوسری "مشکل الآثار" ہے اور دوسرے احمد بن ابو بکر جصاص ہے (متوفی 370ھ) ہیں، ان کی تالیفات میں سے "احکام القرآن" ہے،

پانچویں صدی ہجری کے مشہور مؤلفین میں سے ایک تو احمد بن محمد قدوری بغدادیؒ ہیں جن کی متعدد تالیفات میں سے ایک یٔ" مختصر القدوری" ہے، اور اس صدی کے دوسرے مشہور مؤلف فقہ حنفی محمد بن ابو بکر سرخسیؒ (متوفی 483ھ) ہیں، ان کی تالیفات میں سے ایک تو شرح السیر الکبیر ہے، جو مبسوط کے نام سے مشہور ہے، جو 15 جلدوں پر مشتمل ہے۔

چھٹویں صدی ہجری کے مشہور مؤلفین فقہ حنفی یہ ہیں:

(1ابو بکر بن مسعود کاسانیؒ (متوفی 483ھ) ہیں، ان کی تالیفات بکثرت ہیں جن میں سے البدائع شرح تحفۃ الفقھاء ہے۔

(2حسن بن منصور (متوفی 592ھ) ہیں، جو قاضی خان کے نام سے مشہور ہے، ان کی تالیفات بکثرت ہیں، جن میں سے فتاوی قاضی خان، شرح الجامع الصغیر، اور شرح الزیادات بھی ہیں۔

(3علی بن ابو بکر فرغانی مرغینانیؒ (متوفی 593ھ) ہیں، ان کی کثیر تالیفات میں سے ایک" الھدایۃ" ہے، جو کافی مشہور ومعروف ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے مشہور مؤلفین فقہ حنفی یہ ہیں:

(1افتخار الدین عبد المطلب بن الفضل عباسی (متوفی 616ھ) ان کی شرح الجامع الکبیر مشہور ہے، اور یہ حلب میں فقہ حنفی کے مشہر رامام سمجھے جاتے ہیں۔

(2محمود بن احمد جلال الدین بخاری العصیدی (متوفی 637ھ) ان کی دو تالیفات مشہور ہیں شرح جامع الکبیر اور شرح السیر الکبیر ہے۔

(3بدر الدین محمد بن محمود الکردریؒ (متوفی 651ھ) جو خواہر زادہ کے نام سے مشہور ہے۔

آٹھویں صدی ہجری کے مشہور مؤلفین میں ایک تو عبد اللہ بن احمد حافظ الدین نسفیؒ (متوفی 710ھ) ہیں، جن کی فقہ میں ایک کتاب" کنز الدقائق" مشہور ہے، اور اصول میں" المنار" مشہور ہے، اور دوسرے عثمان بن محمد زیلعیؒ (متوفی 743ھ) ہیں جن کی شرح کنز الدقائق مشہور ہے۔

نویں صدی ہجری کے مشہور فقہ حنفی میں سے محمد بن عبد الواحد کمال الدین (متوفی 861) ہے، جو ابن الھمام کے نام سے مشہور ہیں، جن کی متعدد تالیفات میں سے مشہور تالیف "فتح القدیر" ہے جو ہدایہ کی شرح ہے، اور دوسری اصول فقہ میں" التحریر" ہے۔

اور دسویں صدی ہجری کے مشہر رمؤلفین فقہ حنفی میں سے ایک تو ابراھیم بن محمد حلبیؒ (متوفی 956ھ) ہیں، جن کی متعدد تالیفات میں سے ایک کنزالد قائق کی شرح "البحر الرائق" ہے اور دوسری" الاشباہ والنظائر" ہے۔

)تاریخ افکار علوم اسلامی، ح دوم، ص/58--60)۔

گیارھویں صدی ہجری کے مشہور مؤلفین میں سے شیخ احمد بن ابو سعید ہیں، جن کی مشہور تالیفات میں سے ایک "تفسیرات احمدیہ" ہے، جو قرآن کریم کی پانچ 500 آیات پر مشتمل ہے، اور دوسری نور الانوار شرح المنار ہے، اور آپ "ملاجیون" کے لقب سے مشہور تھے۔

فضیلت علم فقہ:

فن فقہ کی بڑی فضیلت ہے اللہ نے اپنے کلام مجید میں فقہ کی اہمیت بیان کی اور اس میں ترغیب دلائی، اور فقھائے کرام کو "اولوالامر" کی تعریف اور توصیف سے متصف کیا، اور حدیث پاک میں بھی فقہ کی بڑی فضیلت و اہمیت بیان کی ہے،

عن معاویۃ عن النبی ﷺ قال: من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔

) صحیح بخاری ج/1، ص؛16، مسلم، ج/2، ص؛123)۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین میں سمجھ عطا کرتا ہے۔

اسی طرح سلیمان بن مہران اعمشؒ جیسے عظیم المرتبت محدث جنہوں نے اپنی ساری زندگی خدمت حدیث میں لگا دی، ایک موقعہ پر فرمایا: "یا معشر الفقھاء انتم الاطباء و نحن الصیادلۃ"

اے فقھائے کی جماعت تم طبیب ہو اور محض عطار ہیں۔

)جامع بیان العلم ج۔2، ص 31)۔

افسوس صد افسوس کی بات ہے، عصر حاضر میں بہت سے لوگوں نے اتنے عظیم الشان فن کے بارے میں قدر شناسی کا ثبوت دیے ہیں، حالانکہ جس کی تعریف و توصیف خود خدا اور اس کے رسول ﷺ کی ہے، اور وہ علم فقہ ہے، وہ اس میں مصروف رہنے کو بھی (نعوذ باللہ) معیوب سمجھتے ہیں، ان کی ناسمجھ پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے، اور جس سے بغاوت کا انجام سوائے ناکامی اور نامرادی کے اور کیا ہو سکتا ہے، !!!!

ایسے ہی لوگوں کیلئے امام ابو الحسن منصور بن اسماعیل شافعیؒ کا قول نقل کرنے کو جی چاہتا ہے، جسے علامہ سبکیؒ نے نقل کئے ہیں:

عاب التفقہ قوم لا عقول لھم — ان لا یری ضوءھا من لیس ذا بصر

وما علیہ اذا عابوہ من ضرر — ما ضر شمس الضحی وھی طالعۃ